ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر محمد اویس قرنی
لیکچرار، یونیورسٹی کالج فار بوائز جامعہ پشاور
ڈاکٹر سونیا بشیر
اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی کالج برائے خواتین، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان
ڈاکٹر ولی محمد
لیکچرار، شعبہ اردو جامعہ پشاور

گلزار کی نظموں میں وقت کے مختلف روپ

Dr Muhammad AwaisQarni*
Lecturer, University college for boys University of Peshawar.
Dr Sonia Bashir
Assistant professor of Urdu, University College for women, AWKUM Mardan.
Dr Wali Muhammad
Lecturer, Department of Urdu, University of Peshawar.

***Corresponding Author:**

Different Forms of Time in Gulzar's Poems

Time is not a new topic in Urdu poetry. In different eras, poets have been trying to understand and explain it according to their own understanding. With some poets, it has been a permanent subject, while in the poetry of other many poets it has been treated as a secondary subject. Time is also a constant theme in Gulzar's poems. He did not try to create philosophies, but he tried to present the time according to his personal feelings. Although his study and empathic style are profound but his inner artistic talent is capable to present the complex issues of time in a personal and creative way. In this research paper, a scholarly analysis of different forms of time in Gulzar's poems has been presented in full detail.

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Gulzar, Urdu poems, forms, moment, shades, feelings, Philosophical depth, analysis.*

گلزار نے اپنی نظموں کے مجموعے "پندرہ پانچ پچھتر" کے انتساب میں لکھا ہے۔۔

اپنے سمے کے نام۔۔[۱]

یہ انتساب بذاتِ خود بڑا معنی آفریں اور دلچسپ ہے۔ہر شخص زندگی کے کسی نہ کسی سمے کو کسی نہ کسی کے نام منسوب کرتا ہے۔۔لیکن سمے کے نام کسی چیز کسی کار نمایاں کو دان کرنا ایک الگ عمل ہے۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اپنا سمے کہاں ہے۔کہاں سے شروع ہوتا ہے' کہاں پہ ختم ہوتا ہے اور کہاں تک پھیلتا جاتا ہے ۔وقت کی پیمائشوں کے لیے نت نئے پیمانے وضع ہوتے رہے ہیں۔کہیں ماہ وسال تو کہیں دن اور رات کی چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں، کہیں اپنے ہاتھوں بندھی بنائی گھڑیوں میں سے اس کی تعبیر و تصدیق چاہتے ہیں لیکن وقت ہے کہ نہ ذہن کی گرفت میں آتا ہے نہ ہی خارج کے حادثے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں تاہم وقت کا اثر سب پر ہوتا ہے۔اپنے پورے تعقل کے ساتھ وقت کے رمز کو ایک جامع کل کے طور پر آج تک کس نے دریافت کیا ہے۔وقت جس کے کنارے غیر محسوس ہیں، جس کا کوئی وقفہ یا فاصلہ نہیں ہے۔جو ایک لامتناہی پھیلاؤ رکھتا ہے۔جہاں ماضی، حال اور مستقبل یکساں حیثیت سے گر رہے ہیں۔خالص طبیعیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو زمان کا صرف جزئی تعین کیا جاتا ہے۔دراصل گلزار نے یہ انتساب یونہی نہیں کیا ان کے ہاں اس مسئلے کے باب میں ایک پورا نظام خیال ملتا ہے۔ اگر اسے نظریہ استمرار کی آنکھ سے دیکھا جائے تو گلزار لکھتے ہیں۔۔

عجیب کپڑا دیا ہے مجھے سلانے کو
کہ طول کھینچوں اگر عرض چھوٹ جاتا ہے
ادھڑتے سینے میں ہی عمر کٹ گئی ساری[۲]

ہمارے مشاہدے کی یہ دنیا ایک تغیر مسلسل ہے اور اس متبدل دنیا میں اشیاء و حوادث کا ادراک بھی کوئی ایک زاویہ نہیں رکھتا۔یہ حقائق اپنے تواتر میں ہمارے تصور زمان سے جڑے رہتے ہیں۔زمان کی حقیقت کا ادراک ہم اپنے طور پر ایک مسلسل حرکت کے روپ میں کرتے ہیں۔

کھلی کتاب کے صفحے اُلٹتے رہتے ہیں
ہوا چلے نہ چلے دن پلٹتے رہتے ہیں
بس ایک وحشت منزل ہے اور کچھ بھی نہیں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

کہ چند سیڑھیاں چڑھتے اترتے رہتے ہیں (۳)

یہ چند سیڑھیاں وہ ڈائمنشنز ہیں جہاں تک ہماری پہنچ ہے لیکن اس سے آگے ہماری رسائی نہیں۔۔ کیونکہ نہ ہم حال کو روک سکتے ہیں نہ وقت سے آگے چھلانگ لگا سکتے اور نہ اپنے تیر کو واپس ماضی کی طرف گھما سکتے ہیں۔ وقت ہمارے سامنے واقعات کا ایک سیل پیش کر رہا ہے۔ جس میں ہم اپنی آرزوؤں اور امیدوں کا ذخیرہ اکھٹا کر رہے ہیں۔ گلزار مظہر اور حقیقت کے بیچ اپنے تخیل کی بساط بچھاتے ہیں تو ایسی صورت میں وقت کے اسرار انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور ان کو صرف پرچھائیاں سی نظر آتی ہیں۔ چیزوں کی کیفیت میں تغیر نہیں لاتے لیکن ذہن رسا ان سے یہ مشقت ضرور کرواتی ہے کہ چیزوں کی نئی کیفیتوں کے تغیر کا عمل ظہور میں آئے۔

دن کا جو بھی پہر اُترتا ہے
کوئی احسان سا اترتا ہے
وقت کے پاؤں دیکھتا ہوں میں
روز یہ چھاؤں دیکھتا ہوں میں
آئے جیسے کوئی خیال آئے
سرمئی شام اس طرح آئے (۴)

وقت کے پھیر میں دن، رات، زمین و آسمان، سورج اور چاند اور کائنات کے سبھی منظروں کو حیرتی آنکھوں سے دیکھنے والا کچھ کھوج رہا ہے۔ آن کے بعد آن گزرنے اور آن کی حرکت سے نئی سوچ کے وجود پانے تک ہونے والے تغیرات ان کو بے قرار رکھتے ہیں۔ وہ کرہ ارض اور اس سے باہر کے فاصلوں کے راستوں کو کھولنا چاہتے ہیں۔

" زمیں مجھے گھما رہی ہے، گرد آفتاب کے
اور میں کائنات کی طرف اٹھا کے سر
جیسے سرچ لائٹ میں ڈھونڈ رہا ہوں اسے
جس کا نام، چہرہ اور پتہ نہیں (۵)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

زمین نام کی جگہ پر رہنا اور وقت کی گردشوں کے حصار میں آناخود سر گردانی کا سفر ہے۔ یہیں پر ہم اپنے رفتار کے تعین کو سوچیں تو وہ سوچ بھی ہمارے اپنے پیمانوں تک محدود رہتی ہے۔ تجربہ کرنا چاہیں تو اس پر پہلے سے ہمارے قیاسات کی دھول پڑ چکی ہوتی ہے۔

چھوٹا سا اک گلوب ملا ہے رہنے کو
جہاں بھی رکھتا ہوں میں اپنا پیٹی جھولا
اور کوئی پہلے سے وہاں پر رہتا ہے (۶)

وقت ایک گہرے راز کی طرح کائنات کے سینے میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن یہی دھڑکنیں ہیں جو ہونے والے ہر واقعے میں شامل رہتی ہیں۔ انسان جب سے یہاں چلا آیا ہے وقت کے بارے میں اسی طرح سوچتا آیا ہے جیسے اپنے بارے میں سوچ رہا ہو۔ یہ وقت ہے جو اس کے آنے سے پہلے بھی موجود ہے اور جس کے بارے میں وہ پورے وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ یہ اس کے بعد بھی موجود رہے گا۔ سمے کے اس دولابی چکر میں بنتی اٹھتی لہروں میں وہ انسان کے پورے ادھورے سفر کو دھیان میں رکھتے ہیں۔ اگر سمے ایک مسلسل حال ہے تو یہ حال بھی ایک ایسا نا قرار پذیر وجود ہے جس کے کسی ثانیے اور جس کو کسی ثانیے میں نہیں روکا جا سکتا۔ سب کچھ اپنے مداروں میں گھومتے، حرکت کرتے ہوئے آگے سفر کرتا رہا ہے۔

بھنور سی گھومتی ہے یہ زمین رو کو
اتر کے پوچھ لوں آخر
مجھے جانا کہاں تک ہے
اسی اسٹیشن پر لے آتی ہے یہ ہر سال مجھ کو
اور رکتی بھی نہیں
جہاں پہ جنم کی تاریخ لکھی ہے
بھنور کے دائرے گر پھیل رہے ہیں تو پھر
ساحل کہاں ہو گا؟
سمٹتا جا رہا ہے دائرہ تو عمر کا مرکز کہاں پر ہے؟ (۷)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہاں تو یہاں منزل کا سودا ہے۔۔۔کسی مقام ارتکاز کی بات ہو رہی ہے۔لیکن جہاں رکاؤ اور ٹھہراؤ نہیں ہے وہاں سمتوں کتنی دیر تک محض سوچوں سے کھیلا جا سکتا ہے۔اپنے مرکز کے بارے میں سوچتے سوالات کرنے والا ہر لینڈ سکیپ کے آخری نکتے پر خود کو ایک وسیع و عریض تنہائی کی لپیٹ میں میں دیکھتا ہے۔ایسی تنہائی جو قطرہ قطرہ دکھوں میں اضافہ کر رہی ہے۔ایسے میں صدیوں کی اس تنہائی کے ساتھ سفر کرنے والا پیڑ اپنی طرف متوجہ کرتا ہے جو سنسان راستے میں آتے جاتے موسموں میں اکیلا کھڑا ہے۔زندگی کے پتھریلے پن میں جب شاعر اس پیڑ کے پاس آتا ہے تو وہ اسے ٹھنڈک چھوا دیتی ہے لیکن اسی لمحے وہ دھیان کی چھاؤں میں عمر کی انتہاؤں میں ایک اور پیڑ کو دیکھتا ہے۔

" دور سنسان سے ساحل کے قریب
اک جواں پیڑ کے پاس
عمر کے درد لیے وقت کی مٹیالی نشانی اوڑھے
بوڑھا سا پام کا اک پیڑ کھڑا ہے کب سے
سینکڑوں سال کی تنہائی کے بعد"(۸)

کائنات میں کچھ چیزیں ہماری نظروں کو مسلسل حرکت کرتی ہوئی اور لمحہ بہ لمحہ تغیر و تبدل سے دوچار ہوتی نظر آتی ہیں اور کچھ یوں دکھائی دیتی ہیں جیسے یہ ساکت و جامد ہوں۔لیکن غور کیا جائے تو دونوں قسم کی اشیاء حرکت میں ہیں۔ہم ان کی حرکت اور جمود کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں تو موازنے کی ہر صورت اپنے گرد و پیش سے لیتے ہیں۔معاملہ یہ ہے کہ ہم خود اپنے اندازوں میں چیزوں کی حرکت و انجماد بارے قیاسات دوڑاتے ہیں۔لیکن آخر آخر میں پتہ چلتا ہے کہ صرف موسم ہی نہیں ہر چیز کسی نہ کسی صورت میں متحرک ہے۔شاعر بھی یہاں دیکھ رہا ہے کہ وقت کی گھپاؤں میں ہر آبادی کے نشان بالآخر کھنڈروں کی صورت میں ملتے ہیں۔وہ وقت کو چھو سکتا ہے نہ پورے طور پر محسوس کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔لیکن ہر وقوعے اور حادثے کو اس سے مشروط دیکھتے ہیں۔Museum میں شیشوں سے پرے رکھے گئے آثار پر گائیڈ اسے بتاتا ہے کہ یہ خواب گاہ شاہ عالی تھا اور تمام رات رقص اور جشن شعر و شراب میں گزرتی تھی۔قہقہوں اور تان پورے کی گونج ہوتی تھی۔

"۔ اب اکیلا کھڑا ہوں کھنڈر میں
ایک جھینگر کی آ رہی ہے صدا"(۹)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

یہی تجربہ اور مشاہدہ اسے مختلف مقامات پر سینکڑوں سال بعد گزرتے ہوئے ہوتا ہے۔ جب وہ روز و شب کے تیزی سے چلتے ہوئے سلسلے میں کوئی ایسا پٹارہ کھولتا ہے جہاں سے اس کے ذہن پر واقعات کی صورت میں وقت مختلف صورتیں مرتسم کرتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اجالے اندھیرے کی مسافتوں میں وقت نے اپنے نشانات جابجا ترتیب اور بے ترتیبی کی متنوع شکلوں میں سوچوں کے سراغوں کو مہمیز دینے کے لیے رکھ چھوڑے ہوں۔

میں کھنڈروں کی زمیں پہ کب سے بھٹک رہا ہوں
قدیم راتوں کی ٹوٹی قبروں کے میلے کتبے
دنوں کی ٹوٹی ہوئی صلیبیں
شفق کی ٹھنڈی چتاؤں سے راکھ اڑ رہی ہے
جگہ جگہ گرز وقت کے چور ہو گئے ہیں
جگہ جگہ ڈھیر ہو گئی ہیں عظیم صدیاں(۱۰)

گلزار صرف اس بھرے میلے کے اختتام پر ڈھیر ہونے والی صدیوں کا نظارہ نہیں کرتے بلکہ وہ جب ابتدا کی طرف مراجعت کرتے ہیں تو ایک دوسری انتہا کو منتظر پاتے ہیں جہاں رونما ہونے والے مناظر اسے ششدر کرتے ہیں۔ یہاں پر کروڑوں برسوں پہلے ہونے والے بگ بینگ کے نظریات کی طرف ذہن جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دھماکے کے نتیجے میں ہی کائناتی سلولائیڈ کے پردے پر کہکشاؤں کی دنیائیں سج گئیں۔ نظام شمسی کی ان گنت تصویریں دیکھنے میں آئیں۔ زمین اور چاند نے مخصوص سمتوں رفتار پکڑی۔ گیسوں اور توانائی کا ظہور ہوا۔ مانا جاتا ہے کہ اس بڑے دھماکے سے پہلے یہ سب کچھ ایک بڑے گولے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور یہی گولہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے ہی دباؤ اور اپنی ہی قوت کے زور سے پھٹ گیا۔ گلزار اس ضمن میں لکھتے ہیں

" لامحدود خلا ہی خلا
بے انت سمے
اور آگ ہی آگ۔۔ دھوں ہی دھواں
اور گیسیں ساری کائنات میں
پل پل نووا (Nova) پھوٹ رہے تھے
سورج اور سیارے چھٹک کر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

اربوں کھربوں میلوں تک چنگاریاں جیسے اُڑتے تھے
نئی نئی دنیا مرتب ہونے لگی تھی(۱۱)

اور پھر جب یہ سلسلہ ایک دفعہ دراز ہو جاتا ہے تو روز ابھرتا ڈوبتا سورج صبح وشام نئے پرانے احساسات کی شبیہیں اتارتا ہے۔ یہ حکایت ہے نیستی سے ہستی ہونے کی۔ اور بعد میں ہستی کے گمان اور یقین کے رستوں پر چلنے کی۔ آس پاس کے تعینات، تعقلات، توہمات اور اعتقادات کی۔ ایک عام آدمی زمان کے معروضی وجود میں یقین رکھتا ہے لیکن زمان کے بارے میں فہم عامہ کا یہ نظریہ اپنے اندر مختلف تضادات رکھتا ہے چنانچہ اس کی ماہیت کے بارے میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کیا واقعی زمان کا محض ایک ہی بعد ہے جو مسلسل خط مستقیم کی صورت میں پھیلتا ہے یا پھر کسی کنارے پر اس نظام میں کوئی رجعت بھی ہے۔ اجرام فلکی کی گردشوں کے مشاہدے سے جب وہ مکالمہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ تو کچھ ایسی صورتحال کا سامنا ہوتا ہے۔

" ہم نے دیکھا ہے بہت دیر تلک ڈوبتے سورج کی طرف
اور جب ملتے ہوئے ہاتھ ملایا تھا کہا تھا اس نے
تم نے وعدہ تو کیا تھا کہ یہیں کل بھی ملو گے
اور مجھ سے بھی کہا تھا کہ گواہی دینا
میں نہیں آؤں گا کل دوسرا سورج ہو گا(۱۲)

سورج، چاند اور رات کے مثلث میں شاعر اپنے تخیل کی پوری اڑان کے ساتھ پیمائشوں کی حد سے آگے بڑھتا ہے اور اشیاء و حوادث کے ایک دوسرے پر واقع ہوتے ارتسامات دیکھ کر وہ وقت میں سے کسی لمحے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے ایسے میں سمے کا سفر اسے سورج کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دن کو بڑی سرعت میں اپنے ساتھ لیے جاتا ہے۔ ہم قلم گھسیٹتے رہتے ہیں اور ہماری زبانیں لفظوں کا چھو منتر کھیلتی رہتی ہیں لیکن کیا ہم وقت کو اپنی مٹھی میں لے سکتے ہیں۔ لفظ تو لفظ یہاں تو پورا حرف بھی ایک حال میں نہیں بولا جا سکتا۔ آوازوں کا وجود بھی بٹا ہوا لگتا ہے کیوں کہ وقت کسی ایک مقام پر ٹکتا نہیں پھر ہم لمحے کو کیسے پکڑ سکتے۔ لیکن خواہشات کا تو کوئی انت نہیں اور انہی میں سے ایک خواہش ساعات کو پکڑنے کی بھی ہے۔

" ۔ آؤ ساتھی۔۔۔ دن ڈوبے ناں
آ چل۔۔۔۔ دن کو روکیں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

دھوپ کے پیچھے دوڑیں
چھاؤں چھوئیں ناں
تھکا تھکا سورج جب ندی سے ہو کے نکلے گا
ہری ہری کائی پر پاؤں پڑا تو پھسلے گا
تم روک کے رکھنا، میں جال گراؤں
تم پیٹھ پہ لینا میں ہاتھ لگاؤں
دن ڈوبے ناں۔۔[۱۳]

وہ اپنے رشتوں کو وقت کی وسعتوں کے ساتھ جوڑتے ہوئے اس پھیلاؤ کا حصہ بننا چاہتے ہیں جو بیکراں ہے۔ کرہ ارض اور کرہ ارض سے پرے کی پیائشوں کے باب میں فہمائشوں کے ان گنت دبستان معرض وجود میں آئے ہیں۔ سائنس اور فلسفہ اپنے انداز میں توجیہات و تشریحات کرتے آئے ہیں۔ نوری سالوں سے فاصلوں کو ماپا جا رہا ہے گلزار کروڑوں برس کے اس سلسلے کے آغاز و انجام پر سوچتے ہیں۔

" آٹھ ہی بلئین عمر زمیں کی ہو گی شاید
ایسا ہی اندازہ ہے کچھ سائنس کا
چار اعشاریہ چھ بلئین سالوں کی عمر تو بیت چکی ہے
کتنی دیر لگا دی تم نے آنے میں
اور اب مل کر
کس دنیا کی دنیاداری سوچ رہی ہو
کس مذہب اور ذات پات کی فکر لگی ہے
آؤ چلیں اب
تین ہی بلئین سال بچے ہیں[۱۴]

یہاں وقت کے انمول واقعے سے گریزاں اس دُنیا کی طرف اشارے ہیں۔ جہاں پر سماج ہے اور اس سماج نے زندگی کے لیے اپنے قاعدے کلیے مرتب کیے ہیں۔ اور ان کلیوں کو ساتھ لے کر وہ اپنی سمجھ یا نا سمجھی میں بگ ٹٹ دوڑے جا رہے ہیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنے سمے میں جتنا کچھ جس کے ہاتھ آتا ہے وہ اسی میں جیتا ہے لیکن گلزار کو سمے کے ساتھ کھیلنے کی دھن بھی سمائی ہے آگے اسے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی کھیلا جا رہا ہے۔ کیونکہ وقت سے آگے نکلنے کی کوشش میں کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا کہیں نہ کہیں ہم پکڑے جاتے ہیں۔

" وقت کی آنکھ پہ پٹی باندھ کے کھیل رہے تھے
آنکھ مچولی!
رات اور دن اور چاند اور میں
دور گرا جا کر میں جیسے
روشنیوں کے دھکے سے
پرچھائیں زمیں پر گرتی ہے
دھیا چھونے سے پہلے ہی
وقت نے چور کہا اور آنکھیں کھول کے
مجھ کو پکڑ لیا"(۱۵)

ہمارے اندر تجربوں کی مختلف حالتیں ہیں اور ان میں سے سب سے بڑا تجربہ وقت کا ہے یا پھر یوں ہے کہ سمے ہمارے اندرون کے تجربے کی حالت ہے.

یہ حقیقت ہے کہ ہر چیز وقت کی گرفت میں ہے لیکن کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں جو وقت کے لامحدود سلسلے پر حاوی ہو جاتے ہیں۔۔وہ وقت کے کل سے تو نہیں نکلتے لیکن اپنی اہمیت کے اعتبار سے کسی کی پوری زندگی پر محیط ہو جاتے ہیں گلزار لکھتے ہیں۔

جانے کیا سوچ کر نہیں گزرا
ایک پل رات بھر نہیں گزرا(۱۶)

اپنے حسابوں کی جنتریوں میں کتنے ہی ایسے لمحے ہوتے ہیں جنہیں ہم جلانا چاہتے ہیں لیکن وہ جلتے ہی نہیں ۔کتنے ہی ایسے پل ہیں جنہیں بجھانا چاہتے ہیں وہ بھسم ہوتے ہی نہیں۔وہ ہمارے خیالوں سے اٹوٹ رشتہ قائم کر لیتے ہیں۔بار بار یوں لوٹ آتے ہیں جیسے بار بار نیا جنم لے رہے ہوں۔لیکن یہ وہ منظر،وہ دن،وہ سورج اور وہ شام نہیں ہیں۔صرف اور صرف خیالوں کے ہالے ہیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

اک چھوٹا سا لمحہ ہے جو ختم نہیں ہوتا
میں لاکھ جلاتا ہوں یہ بھسم نہیں ہوتا(۱۷)

ہونے اور نہ ہونے کے بیچ ایک ایک پل میں بیتے اور بتائے جانے کی کھٹک ہے۔ دل دریچے کے کھولنے پر بھی ہمیشگی کے اسی منظر کے جوہر ملتے ہیں جو وقت کے روزنامچے میں ٹکے ہوئے ہیں۔

کوئی اٹکا ہوا ہے پل شاید
وقت میں پڑ گیا ہے بل شاید(۱۸)

اگرچہ وہ اس سچ کا بھی بار بار اظہار کرتے ہیں کہ اس کے حصے کے سے میں جتنے لمحے اس کے بس میں تھے اتنا ہی جیون سے نبھائے رکھا یہ کہ۔

صدیوں پہ اختیار نہیں تھا ہمارا دوست
دو چار لمحے بس میں تھے دو چار بس جیے(۱۹)

لیکن دوسری جانب وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر کوئی چاہے تو اس ایک پل میں بھی صدیاں سمیٹ سکتا ہے۔

دو دن کی زندگی میں ہزاروں برس جیے(۲۰)

" میں کئی صدیاں چلا، چلتا رہا، چلتا رہا
پل مگر ختم نہ ہوتا تھا کسی منزل پر
دوسرا کوئی سرا پل کا دکھائی نہیں دیتا تھا مجھے
تھک کے میں بیٹھ گیا آخر کار
لمحہ بھر کے لئے سستا کے اٹھا
بلکہ سوچا کہ اٹھو
پاؤں جب میں نے اٹھایا تو نہ اٹھا کچھ بھی
ہاتھ پاؤں سے چھڑایا تو میرا ہاتھ چیکنے سا لگا
ایک پل تھا کہ میرا جسم الگ ہونے کو تیار نہ ہو پاتا تھا
اور پھر پل کے کئی دانت نکل آئے تھے(۲۱)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

پھر انہی دانتوں سے وہ سمے کے کچھ پلوں کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم نے تورات کو دانتوں سے پکڑ رکھا ہے
چھینا جھپٹی میں افق کھلتا گیا جاتے ہوئے(۲۲)
میں اڑتے ہوئے پنچھیوں کو ڈراتا ہوا
کچلتا ہوا گھاس کی کلیاں
گراتا ہوا گردنیں ان درختوں کی چھپتا ہوا
جن کے پیچھے سے
نکلا چلا جا رہا تھا وہ سورج
تعاقب میں تھا اس کے میں
گرفتار کرنے گیا تھا اسے
جو لے کے میری عمر کا ایک دن بھاگتا جا رہا تھا(۲۳)

گلزار کی ایسی ہی نظموں کا کائناتی مظاہر میں انسان کے ہونے، محسوس کرانے اور اپنے وجود کا اعتبار دلانے کا رمز پوشیدہ ہے۔ زمان و مکان کے ممکنات کو حیات مطلقہ نے اپنے اظہار کے ایک پہلو کی خاطر پیدا کیا۔ اسی بہتے ریلے میں اس انسان کا سفر جاری ہے جسے عام طور پر پانی کا ایک بلبلہ کہا گیا ہے لیکن گلزار اس خیال کو کچھ یوں دیکھتے ہیں۔

اور پانی کی بہتی سطح پر
ٹوٹتا بھی ہے ڈوبتا بھی ہے
پھر ابھرتا ہے پھر سے بہتا ہے
نہ سمندر نگل سکا اس کو
نہ تواریخ توڑ پائی ہے(۲۴)

اس رمز کو جو کبھی ہماری پوشش، کبھی مطلق حرکت، کبھی حرکت کی مقدار بنتی ہے گلزار نے پرکار کی مدد سے نہیں جانا بلکہ کبھی پومپیئے کے کھنڈروں میں دیکھا تو کبھی اپنی بیٹی کی پرواز میں۔ کبھی چاند کے ہالے میں تو کبھی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

سورج کے غبارے میں اور اس کی گردشوں کے اثر میں آنے والوں کے ساتھ ایک مستقل امر کے طور پر اس کا تعارف کروایا۔۔۔

کچھ بھی قائم نہیں ہے کچھ بھی نہیں
رات دن گر رہے ہیں چوسر پر
اوندھی سیدھی سی کوڑیوں کی طرح
انگلیوں سے پھسلتے رہتے ہیں
دھوپ چھاؤں کی دوڑ ہے ساری
کچھ بھی قائم نہیں ہے کچھ بھی نہیں
ایک بس میں ہی ہوں جو قائم ہوں
میں جو پل پل بدلتا رہتا ہوں (۲۵)

یہ پل پل بدلنے والی کیفیت بھی فی الحقیقت وقت کی گھوما پھیری سے خالی نہیں۔کیوں کہ جس طرح دوسرے اشیاء و مظاہر کو وقت سے منسلک رکھا جاتا ہے بعینہٖ آدمی کا وجود کیفیتوں کی تبدیلی سے گزرتا ہے۔ایک کے بعد ایک ایک لمحے کی حرکتوں اور حرکت کی مقداروں میں بنتا ہوا وجود اور خیالوں کے سلسلے صداقت کے متلاشی ہیں اور گلزار کی شاعری میں یہ دانش غور و فکر کی طرف راغب کرتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ گلزار، پندرہ پانچ پچھتر، مکتبہ دانیال کراچی ۲۰۱۱۔ص ۳
2۔ گلزار، رات پشمینے کی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۹۔ص ۲۲۲
3۔ گلزار، چاند پکھراج کا، اساطیر لاہور ۱۹۹۲۔ص ۲۲۴
4۔ گلزار، مرتب گل شیر بٹ، بک کارنر جہلم ۲۰۱۴۔ص ۳۹۳
5۔ گلزار، پلوٹو، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۴۔ص ۶۳
6۔ ایضاً۔ص ۶۵
7۔ ایضاً۔ص ۶۸
8۔ گلزار، چاند پکھراج کا: ص ۲۷

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

9۔ گلزار، کچھ اور نظمیں، مرتبہ فرحانہ محمود، دانیال کراچی ۲۰۱۲۔ ص ۷۲

10۔ گلزار، چاند پکھراج کا: ص ۲۹

11۔ گلزار، پندرہ پانچ پچھتر؛ ص ۴۱

12۔ ایضاً۔ ص ۵۴

13۔ گلزار، مرتب گل شیر بٹ: ص ۴۵۸

14۔ گلزار، رات پشمینے کی: ص ۷۵

15۔ گلزار، مرتب گل شیر بٹ: ص ۳۵

16۔ ایضاً۔ ص ۲۹

17۔ ایضاً۔ ص ۳۰

18۔ گلزار، چاند پکھراج کا: ص ۲۳۲

19۔ ایضاً۔ ص ۲۳۲

20۔ ایضاً

21۔ ایضاً۔ ص ۱۹۲

22۔ ایضاً۔ ص ۲۴۶

23۔ گلزار، رات پشمینے کی: ص ۳۴

24۔ گلزار، چاند پکھراج کا: ص ۱۹۸

25۔ ایضاً۔ ص ۸۲